بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین

اداریہ!

انتخابی معرکہ......فقہ وشریعت کی میزان میں

دنیا کے نقشے پر موجود مسلم ممالک میں مختلف نظام ہائے حکمرانی قائم ہیں، کہیں موروثی سلطنت ہے تو کہیں خاندانی بادشاہت، کہیں جمہوری طریقہ کار کے مطابق حاکم کا انتخاب کیا جاتا ہے تو کہیں بادشاہ اور سلطان ملکی نظم ونسق چلانے کے لئے وزیر اعظم کا تقرر کرتا ہے۔ فی زمانہ دنیا میں رائج طرق ہائے نصب منتظم اعلیٰ (حاکم) کا شرعی احکام نصبِ خلیفہ وامیر سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اور نہ کہیں خلافت علی منہاج النبوۃ کی کوئی عملی تصویر اس وقت نظر آتی ہے۔ اگرچہ بعض ملوکیتیں نام نہاد جمہوریتوں سے کہیں بہتر طرزِ زندگی اور امن وامان مہیا کرنے میں کامیاب جارہی ہیں۔

مسلم یا غیر مسلم جمہوری ممالک میں حاکم مجاز یا حکومت کے انتظامی سربراہ اعلیٰ (وزیر اعظم) کا تقرر بالعموم انتخابات کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور بعض ممالک کا نظامِ انتخابات بعض دیگر سے مختلف ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی حاکم مجاز (وزیر اعظم) کے تقرر کے لئے آئین میں ایک طریقہ کار دیا گیا ہے جس کے مطابق وزیر اعظم کا انتخاب ہوتا اور قانون ساز ادارے (اسمبلیاں اور سینٹ) بنتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کبھی کبھی فوج کو امور مملکت میں مداخلت کرنے کی دعوت دی جاتی ہے یا وہ بن بلائے بھی ''قومی مفاد'' میں حکمرانی کی دوڑ میں شامل ہوجاتی ہے۔ جس سے انتظامی سربراہ کی تعیناتی کا نظام یکسر بدل جاتا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں انتظامی سربراہ یا مجالس قانون ساز کے قیام کے لئے موجود نظام فقہ وشریعت کی میزان میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔

اس سے قبل کہ ہم شرعی دلائل پیش کریں اور موجودہ نظام کا تجزیہ فقہی آرا کی روشنی میں کریں۔ ایک بنیادی بات سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ ہم جیسے اسلامی ممالک میں جب بھی کوئی غیر ملکی رسم ورواج، یا سسٹم، یا قانون اپنی جگہ بنالیتا ہے تو پھر علماء کرام سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کام تو ہم نے کرلیا ہے اب آپ

☆ اذا کان رب البیت بالدف مولعا...... فشیمۃ اھل البیت کلھم رقص ☆

فرمایئے کہ یہ آپ کی نظر میں کیسا ہے۔اور علماء کرام اس کام کے جائز یا ناجائز ہونے کا جائزہ لینے لگتے ہیں۔اور آپس میں دلائل کے اختلاف کے نتیجہ میں گتھم گتھا ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات کسی خاص مکتب فکر کی رائے دیگر سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور اس اختلاف سے اس قسم کے مباحث کو چھیڑنے والے مغرب زدہ لوگ ناجائز فائدہ اٹھاتے اور اسلام کو مسائل کے حل میں ناکام ثابت کرنے کا ڈھنڈرا پیٹنے لگتے ہیں۔

کسی بھی ایسے پیش آمدہ مسئلے، نظام، قانون یا رسم ورواج کا جائزہ لینے اور اس پر کوئی رائے دینے سے قبل جو درآمد شدہ ہو، یہ غور کر لینا چاہئے کہ یہ مسئلہ ہمارا ہے بھی یا نہیں......؟ انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ انتخاب اور نصب امیر کا ہے۔

اسلام میں امیر یا خلیفہ کے تقرر کے لئے جو نظام دیا گیا ہے اسے وزیر اعظم، وزرائے اعلیٰ یا صدر کی تقرری پر منطبق کرنے کی کوشش کرنا ایک دانستہ غلطی ہے۔ کیونکہ امیر وخلیفہ اسلامی ریاست میں ہوتا ہے جبکہ وزیر اعظم اور وزراء اعلیٰ وغیرہ مغربی جمہوری نظام کا حصہ ہیں۔ امیر اور خلیفہ کا تعین وتقرر جس مقصد کے لئے ہوتا ہے اور اس کی جو ذمہ داریاں ہیں وہ موجودہ دور کے مغربی نظام جمہوریت میں کہاں......امیر وخلیفہ اللہ کا نائب ہوتا ہے اور وہ اللہ کے بندوں پر صرف اور صرف اللہ کے قوانین کو نافذ کرتا ہے اپنی ذاتی رائے سے کسی نص کے خلاف نہیں جاتا، اس کا مطمح نظر اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنا ہوتا ہے جبکہ مغربی جمہوری نظام میں صاحب اقتدار وہ خود ہوتا ہے اور اللہ کی نیابت کا کوئی تصور اس کے ہاں نہیں پایا جاتا لہٰذا وہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو انسانوں پر نافذ کرنا اس کا جمہوری وظیفہ ہے۔ مغربی نظام میں انسان ہی سب کچھ ہے حتیٰ کہ طاقت کا سرچشمہ عوام ہے۔ جبکہ اسلامی نظام ریاست وحکومت میں عوام اللہ کو طاقت کا سرچشمہ جانتے اور اسی کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

مغربی فکر وفلسفہ انسانی آزادی کا قائل ہے اور مغربی جمہوریت انسانوں کو زیادہ سے زیادہ آزادیاں دینے کی قائل۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب میں ہم جنس پرستی، بغیر نکاح کے وظیفہ زوجیت کی ادائیگی، بغیر شادی کے اولاد آوری، اور دیگر متعدد اباحت پر مبنی امور کو آئینی وقانونی سرپرستی حاصل ہے کہ انہیں ایک آزاد انسان کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر جمہوریت کو اسلامائز کر لیا جائے اور اسلامی جمہوریت نافذ کر دی جائے تو اس پر مسلم علماء کو کیا اعتراض ہے، چنانچہ بہت سے علماء بھی اس خیال کے ہم نوا دکھائی

دیتے ہیں کہ اسلامی جمہوریت کا نفاذ ہی ہمارے مسائل کا حل ہے۔ اگر غور فرمائیں تو اسلامی جمہوریت کا سلوگن ایک بہت بڑا فریب ہے۔ جسے دائرہ شریعت کی پابند جمہوریت کے نام سے بعض مسلم مفکرین پروان چڑھا رہے ہیں۔

قارئینِ گرامی قدر...... اسلامی جمہوریت کا مطلب یہ ہوگا کہ عوامی نمائندے عوامی آراء کی روشنی میں احکام شریعت کی تعبیر وتوجیہ بیان فرمائیں گے اور ان توجیہات کی روشنی میں عوام کیلئے قانون سازی کریں گے۔ تاریخ فقہ اسلامی میں کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملتی کہ علماء امت نے احکام شریعت کی تعبیر وتشریح کا کام عوام یا عوامی نمائندوں کے سپرد کردیا ہو۔ اور ایسا اس لئے نہیں ہوسکتا کہ، جس طرح آئین کی تشریح کی ذمہ داری قانون دانوں (عدلیہ) کی ہے اور ہر شخص آئین کی تعبیر وتشریح کرنے کا مجاز نہیں کہ وہ قانون دان نہیں اور آئین وقانون کی باریکیوں سے ناواقف ونابلد ہے اسی طرح شرعی احکام کی تعبیر وتشریح بھی عوام یا عوامی نمائندے نہیں کرسکتے کہ وہ شریعت کی جزئیات سے نابلد ہوتے ہیں۔

جمہوری نظام میں اس بات کی آزادی ہوتی ہے کہ عوامی نمائندے عوامی خواہشات کے مطابق قانون سازی کریں، جبکہ اسلامی نظام میں عوامی نمائندوں کو شرعی قوانین میں کسی قسم کے ردوبدل کا قطعاً کوئی اختیار نہیں۔

اسلامی جمہوریت کی ایک توجیہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ عوامی نمائندوں کے ذریعہ قانون سازی صرف ان امور میں کی جائے گی جہاں شریعت خاموش ہو یا جن میں شریعت میں کوئی قانون نہ ہو، اور چونکہ اسلام میں قانون سازی پر پابندی نہیں بلکہ خلاف شریعت قانون بنانے پر پابندی ہے لہٰذا پارلیمنٹ کو ایسے قوانین بنانے کی اجازت ہے جو خلاف شریعت نہ ہوں۔ یہ ایک دوسرا بڑا فریب ہے۔ شریعت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ کوئی قانون خلاف شریعت نہ بنایا جائے۔ بلکہ وہاں تو ہر حکم اور ہر فیصلہ شریعت کے عین مطابق کرنے کی پابندی ہے، بالفاظ دیگر مسلمانوں پر شریعت کی پابندی صرف سلبی نہیں ایجابی بھی ہے۔

ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولئک ھم الکافرون، ظالمون، فاسقون......

کیا ہے؟ اور **ادخلوا فی السلم کافۃ** کے کیا معنیٰ ہیں؟

مذکورہ بالا مختصر سی گفتگو کی روشنی میں جمہوری یا اسلامی جمہوری نظام کی گمراہ کن اصطلاح کو سمجھنا

☆**اذا مت عطشانا فلا نزل القطر**...... دنیا پسِ مرگِ من، چہ دریا چہ سراب!

ہرگز دشوار نہیں۔ اور جب انتخاب مغربی فکر و فلسفہ کے زیر اثر ہو رہا ہو، اور اسی طرح کی جمہوریت لانا مقصود ہو جو اللہ کی بجائے عوام کو طاقت کا سرچشمہ سمجھتی ہو اور جہاں اصل حکمرانی اللہ کی بجائے عوام کی ہو، جہاں عوامی خواہشات کے پیش نظر قانون سازی کے لئے پارلیمنٹ وجود میں آتی ہو، جہاں ووٹ ڈالنے کا حق (حق رائے دہی) ہر جاہل اور عالم، پڑھے لکھے اور ان پڑھ، کو برابر کا حاصل ہو، جہاں دہشت گرد اور مظلوم کی رائے کا یکساں وزن ہو، جہاں اٹھارہ سالہ نوخیز لڑکے کی رائے ایک تجربہ کار اور کہنہ مشق بیرسٹر کے برابر ہو، جہاں استاذ اور شاگرد رائے دہی کے لئے ایک دوسرے کے احترام کو پس پشت ڈالتے ہوئے، ایک ہی لائن میں لگے ہوئے ہوں اور دونوں کی رائے (ووٹ) کی اہمیت اور قدر و قیمت یکساں ہو، جہاں ایک سفید ان پڑھ اور ایک انتہائی عالم و فاضل مقابلے میں امیدوار ہوں، اور دونوں پارلیمنٹ کے ممبر بھی بن سکتے ہوں اور قانون سازی کرنے کا اختیار رکھتے ہوں، جس جمہوریت کا عالم یہ ہو کہ بقول اقبال......ؒ

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

وہاں یہ خیال کرنا کہ انتخابات بھی ایک شرعی نظام ہی کا حصہ ہیں اور انہیں غیر شرعی نہیں کہا جا سکتا باوجودیکہ یہ ایک غیر شرعی نظام ریاست اور مغربی فکر کو استحکام و دوام عطا کرنے کے لئے ہو رہے ہوں۔ وہاں یہ نعرہ بلند کرنا کہ سیاست نہیں ریاست بچاؤ، اور پھر اسی نظام کو قبول کر لینے پر یزیدیوں سے معاہدے بھی ہو جائیں، کس قدر قرینِ عدل و انصاف ہے...... افسوس کہ کسی عالم نے یہ نعرہ نہ لگایا کہ جمہوریت نہیں دین کو بچاؤ...... مغربی فکر و فلسفہ نہیں اسلامی فکر و فلسفہ کو اپناؤ۔

ہم اہلِ علم کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ وطن عزیز میں رائج مغربی انتخابی نظام کو شریعت کے ترازو میں رکھ کر، مغربی فکر و فلسفہ کی کوکھ سے جنم لینے والے اس نظام انتخاب کو اسلامی فکر و فلسفہ کی روشنی میں جائز ثابت کرنے کے لئے اپنی فقہی دلائل سے آراستہ قیمتی تحریریں ارسال فرمائیں تاکہ قارئین فقہ اسلامی ان سے مستفید ہو سکیں اور مسلمانان پاکستان کی صحیح سمت میں رہنمائی کی جا سکے......

☆......پس از من گو جہان را آب گیرد......☆